شاہد حسین رزاقی

عرب ممالک کا اتحاد

سلطنت عثمانیہ نے عرب ممالک کو متحد کر رکھا تھا لیکن جنگِ عظیم میں ترکوں کی شکست کے بعد اتحاد کا یہ رشتہ بھی ٹوٹ گیا اور سامراجی دول کی ریشہ دوانیوں کے باعث عالمِ عربی متعدد سلطنتوں میں منقسم ہو گیا۔ اس انتشار نے عربوں کو بہت کمزور کر دیا اور عرب ریاستیں یورپی سامراج کی جولان گاہ بن گئیں لیکن ۱۹۴۸ء میں یہودی ریاست "اسرائیل" کے قیام نے عربوں کی آنکھیں کھول دیں اور وہ یہ محسوس کرنے لگے کہ اگر انہوں نے اپنی تمام قوتوں کو منظم و متحد نہ کیا تو یہودی اور ان کی مددگار طاقتیں عرب ممالک کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیں گے۔

اس خطرہ کا احساس عربی دنیا میں قومی بیداری اور اتحاد پیدا کرنے کا محرک بنا اور ان ممالک کی سیاست میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ مصر میں جمہوری انقلاب بھی اسی کش مکش کا نتیجہ تھا۔ اور اس انقلاب نے مشرقِ وسطیٰ میں سیاسی سرگرمیوں کو شدید تر کر دیا۔ مصر اور برطانیہ کی کش مکش کے باعث روس کو اپنے اثرات بڑھانے کا موقع مل گیا اور مشرق و مغرب کے شاطر مشرقِ وسطیٰ کی سیاسی بساط پر نئی نئی چالیں چلنے لگے۔ اس طرح عرب ممالک دو گروہوں میں منقسم ہو گئے۔ اور عراق و اردن کے خلاف مصر و شام کی معاندانہ روش نے اختلافات کی خلیج کو وسیع تر کر دیا۔

ناصر کا مقصد مصر کی قیادت میں تمام عرب ممالک کو متحد یا ضم کر دینا ہے جس کا اظہار وہ اپنی تحریروں میں بھی کر چکے ہیں۔ اپنا یہ مقصد پورا کرنے کا پہلا موقع ان کو شام میں مل گیا جو روس کی روز افزوں مداخلت کے باعث شدید سیاسی بحران میں مبتلا ہو گیا تھا۔ چنانچہ ناصر اور قواتلی نے مصر و شام کو ملحق کر کے متحدہ عرب جمہوریہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور دونوں ملکوں کے باشندوں سے اس کی توثیق کرا لی گئی۔

مصر و شام کے الحاق سے ایک یہ فائدہ ہوا ہے کہ عرب ممالک کو متحد کرنے کے تصور کو عملی شکل دینے کی ابتدا ہو گئی۔ چنانچہ دو ہفتہ کے اندر ہی عراق و اردن کا وفاقیہ بھی قائم ہو گیا اور دوسرے عرب ممالک کے اتحاد کے امکانات بھی روشن ہو گئے۔ دوسرے یہ کہ شام ان خطرات سے محفوظ ہو گیا جو روسی اثرات کے باعث لاحق ہو گئے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی شام کو اس اتحاد کی بہت بڑی قیمت بھی ادا کرنی پڑی۔ مصری آمر نے شام

میں بھی جمہوریت کو ختم کر دیا۔ مصر کی طرح شام میں بھی سیاسی جماعتیں توڑ دی گئیں۔ اور آمریت کے مخالفوں اور جمہوری حقوق و آزادی کے حامیوں کو شام میں بھی ان ہی مصائب سے دوچار ہونے کا خطرہ لاحق ہوگیا جو مصر جدید کی تاریخ کے پہلے ہی باب کا عنوان بن گئے۔

عراق اور اردن کا اتحاد مصر و شام کے طرزِ عمل کا لازمی نتیجہ ہے۔ اردن کے لئے نہایت نازک حالات پیدا کر دئیے گئے تھے اور ممکنہ خطرات سے محفوظ رہنے کی واحد شکل یہی تھی کہ عراق و اردن ایک ہی رشتہ میں منسلک ہو جائیں۔ چونکہ ان دونوں ملکوں میں بادشاہت ہے اس لئے اتحاد کی راہ میں بہت دشواریاں تھیں لیکن عراق و اردن کے حکمرانوں نے تدبر و فراست کا ثبوت دیا اور دونوں ملکوں کا ایک ایسا وفاق قائم کر لیا جس میں دونوں حکومتوں کی پارلیمنٹ مشترک ہوگی۔ دونوں ملکوں کی فوجوں کو ملا دیا جائے گا اور امور خارجہ کا محکمہ بھی مشترک ہوگا۔ شاہِ عراق اس وفاق کے سربراہ ہونگے اور شاہِ اردن ان کے نائب۔

عراق بدستور معاہدۂ بغداد کا رکن رہے گا اور توقع ہے کہ وفاقی نظام کے روبہ عمل آنے کے بعد اردن بھی اس معاہدہ کا رکن بن جائے گا۔ اور اردن کے لئے یہی مناسب بھی ہے کہ وہ معاہدۂ بغداد سے وابستہ ہو جائے۔ کیونکہ اس طرح وہ ان تخریبی قوتوں کو ناکام بنا سکے گا جن کا مقابلہ کرنے کے لئے وفاق کا قیام ناگزیر ہوگیا نیز اس سے عراق و اردن کا اتحاد بھی زیادہ مستحکم ہو جائے گا اور خارجہ حکمت عملی میں پوری ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی۔ اور اگر مغرب کے جمہوری ممالک، بالخصوص ریاستہائے متحدہ امریکہ نے مشرقِ وسطی میں جمہوری طاقتوں کو زیادہ سے زیادہ مستحکم بنانے کے لئے اپنے موجودہ طرزِ عمل میں مناسب تبدیلی کر لی جو اس معاہدہ کو باقی رکھنے کے لئے لازمی ہے تو یہ معاہدہ اس کے ہر رکن کے لئے تحفظ کی مؤثر ترین ضمانت ثابت ہوگا۔

عرب ممالک کی دو جداگانہ یونینیں قائم ہوگئی ہیں خلیج فارس کی ریاستوں کو عراق و اردن کی یونین میں شامل کرنے کی تجویز عنقریب عملی صورت اختیار کرے گی۔ شاہ سعود نے اس یونین کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس سے تعاون کرنے کا یقین دلایا ہے اور یہ کوشش ہو رہی ہے کہ سعودی عرب بھی اس وفاق میں شامل ہو جائے۔ دوسری طرف یمن مصر و شام کے جمہوریہ کی طرف مائل ہے۔ خیال تھا کہ سوڈان بھی اس جمہوریہ میں شرکت پر سنجیدگی سے غور کریگا۔ لیکن مصر نے سوڈان کے خلاف جارحانہ طرزِ عمل اختیار کر کے سوڈان کی ہر جماعت کو اپنا مخالف بنا لیا۔ اور مصر کی موجودہ روش کے مدِّ نظر اس بات کے امکانات زیادہ قوی ہوگئے ہیں کہ سوڈان، لیبیا، تونس اور مراکش عرب ممالک کی تیسری یونین قائم کر لیں اس طرح تمام عالم عربی کے ایک وفاق کا قیام تو بہت مشکل ہوگیا ہے لیکن موجودہ حالات میں یہی بہت غنیمت ہے کہ مختلف ملکوں کے اتحاد کا تصوّر عملی حقیقت بن رہا ہے۔